© rasailojaraid.com

ادب واحترام...... ہمارے مدارس کا طرۂ امتیاز

مولانا ندیم الواجدی
دار العلوم دیوبند

ہمارے دینی مدارس کو جو چند خصوصیات عصری تعلیم گاہوں سے ممتاز بناتی ہیں، ان میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہاں صرف کتابیں ہی نہیں پڑھائی جاتیں بلکہ ادب واحترام بھی سکھلایا جاتا ہے، یہاں طلبہ کو بتلایا جاتا ہے کہ اساتذۂ کرام کا ادب کس طرح کیا جائے، جو والدین کے بعد انسان کے سب سے بڑے محسن ہیں، اسے زیور تعلیم سے آراستہ کرتے ہیں اور حسن تربیت سے نوازتے ہیں۔ وسائل علم کا ادب واحترام بھی سکھلایا جاتا ہے جن میں درس گاہیں بھی ہیں، کتابیں بھی ہیں اور دوسرے آلات علم بھی ہیں، مدارس کے مقابلے میں عصری دانش گاہوں کو دیکھئے، وہاں استاذ کی حیثیت ایک تنخواہ دار نوکر سے زیادہ نہیں ہوتی، شاگرد جب چاہتے ہیں، اپنے استاذ کے مقابلے پر آجاتے ہیں، بعض بدبخت تو ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتے، یہ لوگ اپنی درس گاہوں کو عوامی تفریح گاہ سے زیادہ نہیں سمجھتے، کتابوں کو تو وہ ذرا اہمیت نہیں دیتے، کسی بھی کالج میں چلے جائیں، پارکوں میں ادھر ادھر بکھرے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنی کتابوں کو سر کے نیچے رکھ کر لیٹے ہوئے یا ان پر بیٹھے ہوئے نظر آئیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مدارس میں جو علم سکھلایا جاتا ہے، اس کا رشتہ وحی الٰہی سے جڑا ہوا ہے، علم حقیقی صرف وہی ہے جو وحی کی صورت میں انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے معلم حقیقی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر نازل ہوا، کتاب وسنت میں اسی علم کے فضائل بیان ہوئے ہیں، علماء نے اسی علم کے فضائل پر کتابیں تصنیف کرکے اس کا مقام و مرتبہ واضح کیا ہے۔

اگر ہم اپنے مدارس کے اس امتیازی پہلو پر نازاں ہیں تو کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے، آپ کسی چھوٹے سے چھوٹے مدرسے یا بڑے سے بڑے ادارے میں جا کر دیکھ لیجئے، آپ کو وہاں کا ماحول کالج اور یونیورسٹی کے ماحول سے بالکل مختلف نظر آئے گا، روحانیت اور نورانیت کے امتزاج سے تشکیل پائے ہوئے ماحول میں سفید وسادہ لباس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ملبوس ادب واحترام کے ساتھ کتابیں بغلوں میں دبائے ادھرادھر آتے جاتے طالبان علوم نبوت ہمارے لئے سرمایۂ افتخار ہیں۔

ہمارے مدارس کی بنیاد میں وہ خمیر شامل ہے جس سے معلم کامل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ نبوت کی تعمیر ہوئی، فطری طور پر ہمارے مدارس کے ماحول میں اسی درس گاہ کی خوشبو مہکنی چاہیئے اور اسی کا رنگ چمکنا چاہیئے، چشم تصور سے دیکھیئے، عرب کے ناآشنائے حرف درسگاہ نبوت میں بیٹھے ہوئے ہیں، اچانک کسی کی آواز اپنے مربی ومعلم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہوجاتی ہے، وحی الٰہی آتی ہے، تنبیہ کی جاتی ہے، مجلس علم کا سلیقہ سکھلایا جاتا ہے اور ان الفاظ میں ادب کی تلقین کی جاتی ہے:

> ''اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بولتے ہو، کہیں تمہارے اعمال برباد ہوجائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (الحجرات:۲)
>
> ''اے ایمان والو! تم اللہ ورسول سے پہلے سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔'' (الحجرات:۱)
>
> کبھی ان سے کہا جاتا:...... ''اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی کام سے جمع ہوں تو اجازت کے بغیر وہاں سے نہ جائیں۔'' (النور:۶۲)
>
> بعض منافقین کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرنے کے لئے ذو معنی لفظ استعمال کرتے تھے، اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا گیا اور فرمایا گیا کہ کوئی ایسا لفظ ہرگز استعمال نہ کیا کرو جس میں اہانت رسول کا کوئی ابہام بھی ہو، فرمایا: ''اے ایمان والو! تم لفظ ''راعنا'' مت کہا کرو اور ''انظرنا'' کہہ دیا کرو اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔'' (البقرہ:۱۰۴)

صحابۂ کرام کی تربیت اسی پر کیف ماحول میں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ ان کا ہر فرد معلم انسانیت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں احترام، وفاداری، جاں نثاری اور اطاعت گزاری کے جذبات سے مالا مال تھا اور یہ جذبات اس کے ہر ہر عمل سے ظاہر ہوا کرتے تھے، حضرات صحابۂ کرامؓ کے ادب واحترام کے بے شمار واقعات کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات صحابہؓ کے دل ودماغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام کس درجہ راسخ ہوچکا تھا کہ وہ الفاظ کے انتخاب واستعمال میں بھی ادب واحترام کا پہلو پیش نظر رکھتے تھے، ایک صحابی سے کسی نے پوچھا کہ تم بڑے ہو یا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں؟ سوال کرنے کا منشاء عمر معلوم کرنا تھا کہ کون عمر میں بڑے ہیں، انہوں نے جو جواب دیا، وہ ادب واحترام کے باب میں صحابۂ کرامؓ کی احتیاط پسندی کو نمایاں کرتا ہے، فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول الله صلى الله عليه وسلم اكبر مني وانا أسن منه (المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۳۱۹/۱۵، رقم الحديث: ۲۷۰۱) ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بہر حال بڑے ہیں، البتہ عمر میری زیادہ ہے۔“

درس گاہ نبوت کے تلامذہ کے حسن ادب اور کمال اطاعت کا حال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے الفاظ نکلتے ہی تھے کہ صحابۂ کرامؓ ان پر عمل پیرا ہو جاتے تھے، ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اسی درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو جو مسجد میں کھڑے ہوئے تھے، مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اجلسوا! بیٹھ جاؤ، ایک صحابی جو اس مجلس میں شرکت کرنے کے لئے مسجد میں داخل ہونا چاہتے تھے، یہ لفظ سن کر وہیں بیٹھ گئے، حالاں کہ وہ بیٹھنے کی جگہ بھی نہ تھی، ان صحابی کے دل نے یہ گوارا نہیں کیا کہ وہ بیٹھنے کا حکم سننے کے بعد ایک قدم بھی آگے بڑھائیں۔

صحابۂ کرامؓ میں یہ جذبۂ اطاعت اور سلیقۂ ادب کس طرح پیدا ہوا، خود بہ خود پیدا نہیں ہوا بلکہ ان کی تربیت کی گئی، انہیں بتلایا گیا کہ حصول علم کے لئے ادب ضروری ہے، اس کے بغیر علم کے ظاہری حروف تو شاید نظر میں سما جائیں لیکن ان کا دل و دماغ میں اترنا مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے، ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا:

من علم عبدًا آية من كتاب الله فهو مولاه...... (المعجم الكبير للطبراني: ۱۱۹/۷، رقم الحديث: ۷۴۰۴)...... ”جس نے کسی شخص کو اللہ کی کتاب میں سے ایک آیت سکھادی وہ اس کا غلام بن گیا۔“

حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”علم حاصل کرو، علم کے لئے متانت اور وقار پیدا کرو اور جس سے علم حاصل کرو، اس کے سامنے عاجزی اور تواضع کرو“ ایک حدیث میں ہے: ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويؤقر كبيرنا...... (سنن الترمذي: ۱۵۵/۷، رقم الحديث: ۱۸۴۲)...... ”جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور جو بڑے کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے مجھے ایک حرف بھی سکھلا دیا، میں اس کا غلام ہوں، وہ چاہے تو مجھے فروخت کردے یا آزاد کردے یا اپنا غلام رکھے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ ادب سے علم سمجھ آتا ہے اور علم سے عمل کی تصحیح ہوتی ہے، عمل سے حکمت آتی ہے، گویا علم، عمل اور حکمت کا دروازہ ادب ہے، اساتذہ اور علماء کا ادب و احترام صحابۂ کرامؓ کے مزاجوں میں پوری طرح رچ بس گیا تھا۔ حضرت شعبیؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابتؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد لوگوں نے سواری کے لئے خچر پیش کیا، حضرت ابن عباسؓ تشریف لائے اور خچر کی لگام ہاتھ میں لے کر چلنے لگے، حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی آپ لگام چھوڑ دیں، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہمیں یہی حکم ہوا ہے کہ ہم اپنے بڑوں کی اور علماء کی تعظیم کریں، زید بن ثابتؓ نے ابن عباسؓ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ ہمیں بھی اہل بیت کے ساتھ اس طرح معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (احیاء العلوم: ۱۲۶/۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمارے مدارس اسی منہاج نبوت پر قائم ہوئے ہیں، قدرتی طور پر روز اول سے ان میں وہی خصوصیات موجود ہیں جو درس گاہ نبوت کی خصوصیت تھیں، وہی ادب واحترام، وہی تواضع وانکساری، دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں جو کچھ بھی آیا ہے، استاذ ہی کی یہ دولت آیا ہے، چنانچہ اگر انہوں نے کسی سے فارسی کی کتاب کا سبق بھی پڑھا تو ان کی نظر میں اس کا ادب بھی اتنا ہی تھا، جتنا بخاری پڑھانے والے کا ادب تھا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے حضرت نانوتویؒ کے حسن ادب کا ایک قصہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے ایک مضمون نقل کرنے کے لئے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو دیا، اس میں ایک جگہ کوئی لفظ غلط لکھا ہوا تھا، حالاں کہ یہ محض املا کی غلطی تھی اور اسے حضرت نانوتویؒ نقل کے دوران صحیح بھی کر سکتے تھے، مگر اس کو نقل نہیں کیا اور خالی جگہ رہنے دی، غلط تو اس لئے نقل نہیں کیا کہ یہ خلاف علم بات ہوتی کہ ایک لفظ جان بوجھ کر غلط لکھ دیا اور اس کی تصحیح اس لئے نہیں کہ اس میں حضرت حاجی صاحب کے ساتھ سوء ادبی تھی، پوری عبارت نقل کرنے کے بعد حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یہ لفظ سمجھ میں نہیں آیا تو خالی جگہ چھوڑ دی ہے، حضرت نے اسے دیکھ کر فرمایا: یہ لفظ غلط لکھا تھا، پھر حضرت حاجی صاحبؒ نے کاغذ قلم لیا اور خود ہی صحیح لفظ خالی جگہ پر لکھ دیا۔ (حسن العزیز: ۴/ ۳۱۸)

حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے تفوق علمی کے بہت سے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کا بے حد ادب کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ تھانہ بھون کا ایک بھنگی حضرت نانوتویؒ سے ملنے کے لئے گیا اور اس نے یہ کہہ کر اپنا تعارف کرایا کہ میں تھانہ بھون کا رہنے والا ہوں، یہ سن کر مولانا اس کی خاطر مدارت میں لگ گئے، محض اس لئے کہ وہ ان کے پیر ومرشد کے وطن تھانہ بھون سے آیا تھا۔

ادب کی یہ روایت دارالعلوم دیوبند کے اکابر میں نسلاً بعد نسل پروان چڑھتی رہی ہے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کا یہ واقعہ بڑا مشہور ہے کہ جب انہوں نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا تو اپنے استاذ گرامی قدر حضرت نانوتویؒ کے دولت کدے پر پہنچے اور ان کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اماں جی! اپنی جوتیاں مجھے عنایت فرمادیں، اہلیہ محترمہ کو اس درخواست پر حیرت تو بہت ہوئی، مگر انہوں نے جوتیاں باہر بھجوادیں، حضرت شیخ الہندؒ وہ جوتیاں سر پر رکھ کر کھڑے ہو گئے، روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ میں اپنے استاذ کا حق ادا نہ کر سکا، شاید میرا یہ عمل ہی اس کوتاہی کی تلافی کر سکے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ اور ملفوظات کا مطالعہ کیجئے، وہ اپنے اساتذہ کا نام کس ادب و احترام سے لیتے ہیں، کس طرح شوق سے ان کے افادات بیان کرتے ہیں، کس عقیدت کے ساتھ ان کے واقعات سناتے ہیں، فرمایا کرتے تھے کہ ''بھائی! ہمیں تو جو کچھ ملا ہے اساتذہ کی جوتیاں سیدھی کرنے سے ہی ملا ہے۔'' ایک مرتبہ کسی ناشر نے ان سے درخواست کی کہ ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ پر تقریظ لکھ دیجئے، فوراً معذرت کردی، فرمایا کہ ''تقریظ لکھنا اس کا حق ہے، جو ایک طرف مدح پر قادر ہو تو دوسری جانب اس کی قدح بھی کر سکتا ہو، ہم تو حضرت کے شاگرد ہیں، ہم تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی ہر چیز کی مدح ہی کریں گے، حضرت الاستاذ کی قدح کا خیال دل میں آنا بھی سوءِ ادبی ہے۔"

کسی نے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے اتنی کتابیں لکھ دی ہیں، اس کے لئے تو ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا، فرمایا: ہاں یہ چند کتابیں دیکھی ہیں، حضرت حاجی امداد اللہؒ، حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، ان کتابوں نے مجھے باقی تمام کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ حضرت کا واضح مطلب تھا کہ مجھے جو کچھ آیا ہے وہ اساتذہ کی تعلیم اور ادب سے آیا ہے۔(مجالس حکیم الامت) حضرت تھانویؒ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارے زمانے میں طلبہ پر اپنے اساتذہ کے علاوہ کسی کا رنگ نہ جمتا تھا، طلبہ کو اپنے اساتذہ کے ساتھ خاص عقیدت و محبت ہوتی تھی اور اساتذہ اپنے طلبہ کے ساتھ خاص شفقت کا معاملہ کرتے تھے، اب مزاج و مذاق بدل گئے، طلبہ و اساتذہ میں وہ تعلق قائم نہیں رہا، اس لئے علمی ذوق اور علمی رنگ بھی ان میں پیدا نہیں ہوتا، علمی استعداد اور عملی تربیت سب ہی کمزور ہوگئیں، اس لئے مدارس میں طلبہ کی تربیت اور اساتذہ کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنا اور ایسے طریقے اختیار کرنا بہت ضروری ہے کہ طلبہ و اساتذہ میں باہم ربط و مناسبت پیدا ہو۔"

ہمارے مدارس میں جو نصاب تعلیم پڑھایا جاتا ہے اس کی تمام کتابیں حسن ادب کا مرقع ہے، اس کے باوجود اس موضوع کی بعض کتابوں بہ طور خاص نصاب تعلیم میں محض اس لئے شامل کی گئی ہیں تاکہ طالب علم کو علم کے ساتھ ادب بھی آئے، ایسی ہی ایک کتاب ہے، "تعلیم المتعلم" اس کا ایک باب حسن ادب ہی سے متعلق ہے، اس میں صاحب ہدایہ کے حوالے سے یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ائمہ بخاریٰ میں سے کوئی بڑے عالم درس دے رہے تھے کہ اچانک کھڑے ہوگئے، دریافت کرنے پر فرمایا کہ "میرے استاذ کا لڑکا بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا ادھر سے گزر رہا تھا، میں اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔"

استاذ کے ادب پر بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر یہ سب کچھ کتابوں میں دفن ہے، اس کو عملی زندگی کا حصہ بنانا بے حد ضروری ہے، اس کے بغیر ہمارے مدارس اپنا حقیقی کردار ادا نہیں کر سکتے، تذکرۃ السامع والمتکلم میں لکھا ہے کہ شاگرد اپنے استاذ سے اسی وقت نفع اٹھا سکتا ہے جب اس میں تین خصلتیں ہوں: (۱)......تواضع، (۲)......علم کی حرص، (۳) استاذ کی تعظیم، تواضع سے علم کی راہ کھلے گی، حرص سے علم کا فیضان ہوگا اور استاذ کی تعلیم سے استاذ مہربان ہو کر زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے گا۔

مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں شیروانیؒ نے اساتذہ کے بعض آداب اور حقوق بیان فرمائے ہیں، طلبہ کو چاہئے کہ وہ ان ادب و حقوق کو حرز جاں بنائیں اور ان کی روشنی میں اپنے کردار و عمل کا جائزہ لیں، فرماتے ہیں: استاذ کے سامنے نہایت ادب سے بیٹھے، جس سے تواضع اور خشوع و سکون مترشح ہوتا ہو اور ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہے، کسی ساتھی کی طرف نہ دیکھے، نہ اشارہ کرے، نہ مسکرائے، بغیر مجبوری دائیں بائیں، اوپر، نیچے نہ دیکھے، کوئی شور سن کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مضطرب نہ ہو اور ادھر متوجہ نہ ہو، استاذ کے پاس بیٹھا ہوا آستین نہ چڑھائے ، پیر، دامن ،گھنڈی، بٹن سے نہ کھیلے، داڑھی اور منہ پر ہاتھ نہ رکھے، انگلیاں نہ چٹخائے ، ناک، کان، دانت نہ کریدے، زمین پر ہاتھ نہ رکھے، نہ اس پر لکیر بنائے ، کاغذ، قلم وغیرہ سے فضول حرکت نہ کرے، پیچھے کو جھکا ہوا نہ بیٹھے، استاذ کی طرف پیٹھ یا پہلو نہ کرے، کسی چیز سے ٹیک نہ لگائے، تپائی وغیرہ کسی چیز پر ہاتھ ٹیک کر نہ بیٹھے، ہاتھ پر ٹیک اور سہارا لگا کر نہ بیٹھے، زیادہ بات نہ کرے، بغیر مجبوری کے نہ کھنکارے، نہ تھوکے نہ بلغم نکالے، چھینک آئے تو منہ چھپالے، جمائی لے تو منہ نہ کھلے، نہ آواز ہونے دے اور بائیں ہاتھ کی پشت سے ڈھانک لے، استاذ کے سامنے پان کھا کر نہ آئے اور درس میں اور بھی زیادہ خیال رکھے، حتیٰ کہ کتاب کا ورق بھی زور سے نہ کھولے، نہ کتاب کو تپائی پر زور سے بند کرے، استاذ کے آگے نہ چلے، اس کی جگہ پر نہ بیٹھے، اس کے سامنے بلند آواز سے نہ بولے، اس کی منشاء معلوم کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرتا رہے اور اس کے مطابق عمل کرے، درس میں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اپنا قصور فہم سمجھے، استاذ سے بدگمانی نہ کرے، استاذ اگر کسی بات پر غصہ کرے تو اس کے سامنے منہ نہ بنائے ، بلکہ معذرت اور خوشامد کرے، استاذ کی بدخلقی کی سہار کرے، اس کی تندخوئی سے اس کے پاس جانا نہ چھوڑے، نہ اس کے کمال سے بداعتقاد ہو، بلکہ اس کے اقوال وافعال کی تاویل کرے، اس کی خدمت سے بلا اذن نہ جائے ،خواہ اذن صراحۃً ہو یا دلالۃً ، جس بات کے پوچھنے سے وہ منع کرے نہ پوچھا کرے، اس کی مخالفت یا اس کو تنگ نہ کرے، حالت بُعد وغیبت میں بھی اس کے حقوق وآداب کا خیال رکھے، گاہ بہ گاہ تحفہ تحائف سے، خط وکتابت سے اس کا دل خوش کرتا رہے، غرض استاذ کی تعظیم اور ادب واحترام کا ہر موقع پر ہر طرح سے خیال رکھے۔ (افادات مسیح الامت)

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جو طلبہ استاذ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، وہ علم سے بے بہرہ ہی رہتے ہیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے تھے کہ ''جو طالب علم اپنے محسن استاذ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، اس کی عقل مسخ ہو جاتی ہے۔'' حضرت مولانا شاہ اسحاق دہلویؒ کا ایک شاگرد تھا، جو ان کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا، کسی نے اس سے کہا کہ وہ تمہارے استاذ ہیں محسن ہیں، تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے، اس نے کہا کہ محسن تو اس وقت ہوتے جب میرے پاس ان کا پڑھایا ہوا کچھ علم باقی ہوتا مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں، معلوم ہوا گستاخی سے اس کا سارا علم سلب ہو گیا۔

ہمارے اکابر نے کتابیں زیادہ نہیں پڑھیں، البتہ استاذوں کا ادب واحترام زیادہ کیا، اسی لئے کوئی ان میں سے حجۃ الاسلام کہلایا، کوئی شیخ الہند بنا، کوئی شیخ الاسلام اور حکیم الامت کے لقب سے مشہور ہوا، کوئی حکیم الاسلام بنا، یہ سب عزت وتوقیر اور شان وعظمت محض ادب کے نتیجے میں حاصل ہوئی اور آئندہ بھی عزت وشہرت کا تاج ان ہی طلبہ کے سروں پر سجے گا جو روایتِ ادب کی پاس داری کریں گے۔

☆......☆......☆

© rasailojaraid.com